بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث دہلی

مدیر معاون
نذیر احمد املوی رحمانی

جلد ۱ | بابت ماہِ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۷ء | نمبر ۱۲

مسئلہ علمِ غیب پر تحقیقی نظر

(گذشتہ سے پیوستہ)

گذشتہ کئی نمبروں سے مخالفین کے حدیثی دلائل پر بحث ہورہی ہے۔ ان کی دو دلیلوں کے مفصل جواب ہم دے چکے اب ان کی مزید دلیلوں کے جوابات سنئے:۔

تیسری دلیل ان کی تیسری دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقہَا ومغاربَہا واِنَّ امتی سَیَبْلُغ ملکہا ما زوی لی منہا الخ (مسلم ج ۲ صفحہ ۳۹۰) "حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کے اطراف کو جمع کردیا تو میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصوں کو دیکھا اور زمین کا جتنا حصہ میرے لئے سمیٹا گیا (اور میں نے دیکھا) وہاں تک زمانہ قریب میں میری امت کے لوگوں کی حکومت پہنچ جائیگی"۔

جب زمین کے اطراف آپ کیلئے لپیٹ دیئے گئے اور آپ نے اس کے مغربی اور مشرقی حصوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ سارا عالم آپ پر منکشف ہوگیا اور سب کچھ آپ نے دیکھ لیا۔

پہلا جواب لیکن پہلے حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے، پھر دعوی کی اس بلند آہنگی کو دیکھئے اور انصاف سے کہئے کہ کیا ان دونوں میں کوئی مناسبت ہے؟ کہاں یہ دعوٰی کہ "سارا عالم آپ پر منکشف ہوگیا اور ابتداءِ دنیا سے لیکر قیامت تک کی ساری کائنات آپ کو معلوم کرادی گئی" اور کہاں یہ دلیل کہ زمین کے مشرقی اور مغربی حصوں کو آپ نے دیکھا ع۔ کجا آں شوراشوری وکجا ایں بے نمکی۔

اگر بالفرض ساری زمین لپیٹ دی گئی ہو اور آپ نے اس کے سارے حصوں کو دیکھا ہو، تب بھی اس حدیث سے یہ دعوٰی ثابت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ "سارا عالم" صرف زمین ہی کا نام نہیں۔ کیا زمین کے نیچے، زمین کے اوپر، آسمان اور زمین کے بیچ کی فضا، آسمان اور آسمانوں کے مابین، آسمانوں کے اوپر، یہ سب اور ان میں پیدا ہونے والی تمام چیزیں عالم نہیں ہیں؟ پھر ان کا انکشاف اس حدیث سے کہاں ثابت ہوتا ہے؟

دوسرا جواب نیز اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اُس وقت زمین پر جو چیزیں موجود تھیں اور وہ آنکھوں سے دیکھی جاسکتی تھیں، ان کا مشاہدہ آپ نے فرمایا۔ ماضی اور مستقبل کی وہ کائنات جو اس وقت دنیا میں موجود ہی نہ تھی، یا جو چیزیں آنکھوں سے دیکھی ہی نہیں جاسکتی ہیں مثلاً کھانے پینے کی چیزوں کی لذتیں، خوشبو بدبو، گرمی سردی، انسان اور دیگر تمام حیوانات کی بولیاں، ہر جاندار کے ذہنی تصورات دماغی خیالات، دل کے ارادے، خطرات اور وسوسے وغیرہ۔ ان کی معلومیت کا ثبوت اس حدیث سے کہاں ہوتا ہے؟

تیسرا جواب یہ تو اس تقدیر پر ہے جب ساری زمین کا انکشاف مان لیا جائے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس حدیث سے خود زمین کے تمام حصوں کا انکشاف ثابت نہیں ہوتا، چہ جائیکہ "سارا عالم" اور "ساری کائنات" کا انکشاف؟ یہاں تو صرف زمین کے مشرقی اور مغربی حصوں کے دیکھنے کا ذکر ہے۔ اگر کہا جائے کہ "زمین کے مشرقی اور مغربی حصوں" سے یہاں مراد ہی "ساری زمین بلکہ ساری کائنات اور جملہ مخلوقات" ہے۔ تو میں کہوں گا کہ ظاہر ہے کہ یہ "حقیقت" نہیں "مجاز" ہے۔ اور اربابِ فن جانتے ہیں کہ بغیر کسی استحالہ و قرینہ کے حقیقت سے عدول اور مجاز کی طرف رجوع جائز نہیں ہوتا۔ پس بتاؤ کہ معنی حقیقی مراد لینے سے یہاں کونسا استحالہ و تعذر مانع ہے؟ اور مجازی معنی مراد ہونے پر یہاں کیا قرینہ ہے؟

سیاق حدیث سے تو بجائے مجازی معنی (کل زمین یا جمیع کائنات) کے معنی حقیقی (زمین کے بعض حصے) ہی مراد ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث کا یہ جملہ جس میں آنحضورؐ نے یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ "جتنا حصہ میرے لئے سمیٹا گیا (اور میں نے دیکھا) وہاں تک میری امت کی حکومت مستقبل قریب میں پہنچ جائے گی" اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حدیث میں "سَیَبْلُغُ" فرمایا گیا ہے۔ اور علم نحو کے اس قاعدے کی بنا پر کہ "سین" فعل مضارع پر استقبال

قریب کے لئے آتی ہے (اِلَّا بدلیلٍ صارِفٍ) اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ امت کی یہ حکومت "مستقبل قریب" میں یعنی آنحضرتؐ کی وفات کے کچھ ہی دنوں بعد ان حصوں تک پہنچ جائے گی۔ گویا قیامت تک کا وعدہ نہیں بلکہ "مستقبل قریب" ہی کی بشارت ہے۔

اب تاریخ اسلام کے اوراق کا مطالعہ کرو، اور دیکھو کہ آج جبکہ ساڑھے تیرہ سو سال سے اوپر ہو چکے ہیں کیا تاریخ اس کا پتہ دیتی ہے کہ ابتک کسی زمانہ میں بھی مسلمانوں کی حکومت زمین کے چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ میں قائم ہوئی اور کبھی یہ دور بھی مسلمانوں پر آیا کہ ان کی حکومت سے دنیا کا کوئی حصہ بھی خالی نہ رہا ہو؟ یقیناً ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک ایسے ہیں کہ جہاں کبھی بھی کوئی اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی پس یہ "مستقبل قریب" کا زمانہ کب آئے گا؟

معلوم ہوا کہ یہاں "ساری زمین" مراد نہیں ہے۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشین گوئی جو وحی الٰہی ہوتی تھی (معاذ اللہ) غلط قرار پائے گی۔ بلکہ اس کے "مغربی اور مشرقی حصے" ہی مراد ہیں جیسا کہ ظاہر حدیث کا مدلول ہے اور وہ بھی کثرت کے لحاظ سے، کلیۃ اور استیعاب یہاں بھی مقصود نہیں، جیسا کہ امام نووی کی آئندہ عبارت میں آئے گا اور واقعات بھی اسی کی شہادت دے رہے ہیں۔ اور اس معنی کے لحاظ سے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کے رسول صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی اور دنیا کی آنکھوں نے اس صداقت کا مشاہدہ کر لیا۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وفیہ اشارۃ الی ان ملك ھذہ الامۃ یکون معظم امتدادہ فی جھتی المشرق والمغرب وھکذا وقع واما فی جھتی الجنوب والشمال فقلیل بالنسبۃ الی المشرق والمغرب وصلوات اللہ وسلامہ علی رسولہ الصادق الذی لا ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰) یعنی "اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس امت کی حکومت کا پھیلاؤ زیادہ تر مشرق و مغرب کی جہت میں ہوگا۔ شمال اور جنوب میں اس کی بہ نسبت کم ہوگا اور درحقیقت ایسا ہی ہوا بھی۔ پس اللہ تعالیٰ کا درود و سلام نازل ہو اس کے اس سچے پیغمبر پر جو اپنے جی کی کچھ نہ کہتے تھے بلکہ جو فرماتے تھے وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتی تھی۔"

اگرچہ ضمناً اسی بحث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جب "مشارقھا و مغاربھا" سے "ساری زمین" مراد لینا صحیح نہیں ہے تو پھر "سارا عالم" اور "جملہ کائنات" کا مراد لینا تو بطریق اولیٰ غلط اور باطل ہوگا۔

چوتھا جواب لیکن اس تقدیر پر ایک مستقل اعتراض یہ بھی وارد ہوتا ہے کہ اگر اِنَّ اللہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا سے صرف زمین اور اس کے بعض حصے مراد نہ ہوں بلکہ استغراق تام و استیعاب کلی کے ساتھ ابتدائے آفرینش عالم سے لیکر یوم قیامت تک کی تمام کائنات و جملہ مخلوقات مراد ہوں جیسا کہ ہمارے

۴ قرآن مجید سے بھی اسی معنی کی تائید ہوتی ہے چنانچہ بنی اسرائیل کے متعلق ارشاد ہے وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا (اعراف) ظاہر ہے کہ یہاں [illegible]

مخالفین کہتے ہیں۔ تو اسی جملہ کے ساتھ آنحضورؐ کی جو یہ پیشین گوئی مذکور ہے وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُهَا مَا زُوِیَ لِیْ مِنْهَا اس میں بھی یہی تمام چیزیں مراد لینی پڑیں گی۔ گو یا حدیث کا مطلب یہ ہو جائیگا کہ دنیا کی پیدائش سے لیکر قیامت تک کی تمام چیزوں پر اس امت کی حکومت قائم ہو جائیگی۔ اور وہ بھی آنحضورؐ کی وفات کے بعد قریب ہی زمانہ میں۔

ظاہر ہے کہ "دنیا کی پیدائش سے لیکر قیامت تک کی جملہ کائنات اور تمام مخلوقات" میں تو گزشتہ زمانے کے تمام انبیاءِ کرام اور ان کی قومیں، حکومتیں اور ان کی مقبوضات و اشیاء بھی داخل ہیں مثلاً قوم عاد و ثمود، شداد اور اس کی جنت، قارون اور اس کا خزانہ، فرعون اور اس کا لشکر، نمرود اور اس کے سپاہی وغیرہ۔ تو اب سوال یہ ہے کہ ان پر اس امت کی حکومت کیسے قائم ہوگی جبکہ امت کے وجود میں آنے سے پہلے ہی یہ تمام قومیں اور حکومتیں، ان کی آبادیاں و بستیاں تہس نہس کر دی گئیں، اور بہتوں کے تو نام و نشان تک بھی باقی نہیں رہے؟ اگر ان پر اس امت کی حکومت قائم نہیں ہو سکتی اور یقیناً نہیں ہو سکتی تو پھر اس حدیث میں استغراق و استیعاب کے ساتھ دنیا کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات کو مراد لینا کیونکر صحیح ہوگا؟

اسی طرح "جملہ کائنات اور تمام مخلوقات" میں تو ہوا، پانی، آسمان، چاند، سورج، ستارے، عرش، کرسی، لوحِ محفوظ، جنت، دوزخ، شیاطین، ملائکہ سب ہی داخل ہیں۔ تو کیا ان تمام چیزوں پر کبھی مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی یا آئندہ کبھی قیامت تک قائم ہوگی؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں، تو پھر اس حدیث میں "تمام کائنات و جملہ مخلوقات کا مراد لینا کہاں صحیح ہوا؟

معلوم ہوا کہ یہ دعویٰ غلط ہے اور آنحضورؐ کے علم کو جمیع مخلوقات پر کلی و تفصیلی طور پر محیط ثابت کرنے کیلئے اس حدیث کو دلیل میں پیش کرنا سراسر جہالت و حماقت ہے۔

چوتھی دلیل مخالفین کی چوتھی دلیل یہ حدیث ہے:۔ عن عمر قال قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظہ ونسیہ من نسیہ (بخاری ج۱ ص۴۵۳) یعنی "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے (خطبہ کے لئے) کھڑے ہوئے (اس خطبہ میں) آپ نے ہم کو دنیا کی پیدائش سے لیکر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہو جانے تک کی خبر دی یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا اس کو جس نے بھلا دیا۔"

اس حدیث سے (بزعمِ مدعی) ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم کلی حاصل تھا، اور نہ

صرف یہ کہ آپ ہی کو یہ علم حاصل تھا بلکہ آپ نے اپنے صحابہ رض کو بھی اس سے مطلع فرمایا۔

پہلا جواب

لیکن حدیث کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں۔ شروع سے آخر تک بغور دیکھ جائیے۔ اس میں تو "ما" یا "شیٔ" وغیرہ کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جس سے کھینچ تان کر بھی یہ ثابت ہو سکتا ہو کہ دنیا کی ابتداء سے انتہا تک کی ہر ہر چیز کو تفصیلی طور پر لوگوں کے سامنے آپ نے بیان فرمایا۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ دنیا کے ایسے اہم اور قابل ذکر واقعات اور امور جو امت کے لئے ہدایت، نصیحت، اور عبرت کا باعث ہو سکتے تھے اُن کو آپ نے بتایا۔ چنانچہ حدیث کا یہ جملہ حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم صاف اسی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔ یعنی آنحضور نے وہ باتیں بیان فرمائیں جو رُشد و ہدایت، یا کفر و ضلالت سے متعلق تھیں، یہاں تک کہ ان اعمال کے اختیار کرنے پر جو نتائج مترتب ہوں گے، اور اُن کے کرنے والوں کا جو ٹھکانا ہوگا ان کا ذکر فرماتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اہل جنت کے درجات کیا ہوں گے اور اہل نار کے کیا؛ اس حدیث کو مخالف کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت عمر کا اعلان کہ آنحضور نے بعض باتیں بیان نہیں فرمائیں (پہلی حدیث)

ورنہ یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں خود فرماتے ہیں ان اٰخر ما نزلت اٰیۃ الربا وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض ولم یفسرها لنا فدعوا الربا والريبة (ابن ماجہ مصری ص ۳۹ ج ۲۔ مسند احمد ص ۳۶ ج ۱)

یعنی "قرآن میں حلال و حرام کے متعلق جتنی آیتیں نازل ہوئی ہیں اُن میں سب سے آخری آیت ربا (سود) کی حرمت والی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا مگر آپ نے اس آیت کی پوری تفسیر کبھی ہمارے سامنے بیان نہیں کی، پس تم لوگ ان صورتوں سے بھی بچو جن کا سود ہونا صاف ظاہر ہو اور اُن سے بھی جن میں سود ہونے کا شبہ ہو"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ تھا کہ اصولی اور اجمالی طور پر تو آنحضور نے سود کے احکام ہم کو بتا دیئے لیکن تفصیلی طور پر اس کے تمام جزئیات و فروعات کو بیان نہیں فرمایا کہ اب ہم کو اس کے متعلق اجتہاد و قیاس کی ضرورت باقی نہ رہے۔ اس لئے شک و شبہ والی چیزوں سے بھی بچنا چاہیئے تاکہ اجتہاد میں اگر غلطی ہو جائے تو اکل حرام کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ دیکھو اس حدیث میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صاف صاف اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر دم تک بھی سود کے متعلقہ جزئیات کو بالتفصیل بیان نہیں فرمایا،

دوسری حدیث

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبرِ رسول پر کھڑے ہوکر صحابہ کے ایک مجمعِ عام میں فرمایا وثلاث ایھا الناس وددت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان عھد الینا فیھن عھدا ننتھی الیہ الجد والکلالۃ وابواب من ابواب الربا (مسلم ص۴۲۲ ج۲)۔ یعنی اے لوگو! تین چیزیں میرے نزدیک ایسی اہم ہیں کہ میں خواہش رکھتا تھا کہ آنحضور علیہ السلام ان تینوں کے متعلق کوئی ایسا صاف، صریح اور تفصیلی بیان فرمادیں کہ پھر ہم کو اجتہاد کی ضرورت باقی نہ رہے (لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا)، وہ تین چیزیں یہ ہیں، دادا کی وراثت، کلالہ کی وراثت، اور سود کے متعلقہ احکام۔

دیکھو اس حدیث میں سود کے علاوہ مزید دو چیزوں کا ذکر ہے کہ آنحضور نے باوجود میری خواہش کے بھی ان کو بالتفصیل بیان نہیں فرمایا، اور حضرت فاروق کا یہ اعلان تمام صحابہ نے خاموشی کے ساتھ سنا جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ کسی صحابی کو بھی ان کا تفصیلی علم نہ تھا۔ ورنہ کم از کم حاضرین میں سے کسی نے یہی کہا ہوتا کہ آنحضور نے تو بیان فرمادیا تھا اور آپ کی یہ خواہش پوری ہو چکی مگر آپ کو اور ہم کو یاد نہیں رہا۔ لیکن یہاں یادداشت کا سوال نہیں بلکہ درحقیقت آنحضور نے صرف اجمالی اور اصولی بیانات ہی پر اکتفا کرتے ہوئے فروعات کی تفصیل کو مجتہدین کے اجتہاد پر چھوڑ دیا۔ اور ان کو بیان ہی نہیں فرمایا۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی اس خطبہ والی روایت میں (جس کو ہمارے مخالفین اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں)، تمام چیزوں کا تفصیلی بیان مراد نہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے بھی آنحضور کے علمِ کُلّی پر استدلال کرنا غلط اور باطل ٹھہرا۔

دوسرا جواب

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں بھی ایک خطبہ کا ذکر ہے اور اس سے قبل کی دلیلوں کے جوابات کے سلسلے میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ خطبے والی روایتوں میں اگر یہ مراد لیا جائے کہ آنحضور نے دنیا کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کی ہر ہر چیز کو تفصیلاً صحابہ رضؓ کے سامنے بیان فرمایا تو پھر بہت سی ایسی عقلی و نقلی خرابیاں لازم آئیں گی جو بدیہی البطلان اور صریح الاستحالہ ہیں اور جناب رسالتمآب فداہ ابی و اُمی کی ذاتِ اقدس کی طرف نقل و حکایت کے اعتبار سے بہت سی ایسی لغو، بیہودہ، افسوسناک بلکہ شرمناک باتوں کا انتساب لازم آئے گا جن کے تصور سے بھی ایک باغیرت مومن کا دل کانپ اُٹھتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ نمبر میں (بادلِ ناخواستہ، محض الزامی جواب کے طور پر) ہم نے اس قسم کی چند مثالیں پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اگر اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو بریلوی حضرات کہتے ہیں (بقیہ صفحہ ۱۹ پر)